Al-Āfāq, Vol.: 01, Issue: 02, Dec-2021
PP: 35-42

OPEN ACCESS
Al-Āfāq
ISSN (P): 2789-3820
ISSN (O): 2789-3839

شاہ ولی اللہ کا نظریہ تقلید اور صدر الدین اصلاحی کی آراء: تحقیقی مطالعہ

Shah Waliullah's Theory of Taqlīd and Sadruddin Islahi's Opinions: A Research Study

***Rooh Numa Parveen**
Research Scholar, Department of Sunni Theology,
Ali Garh Muslim University, Ali Garh, India.
habibaparveen443@gmail.com

ABSTRACT

Shah Wali Allah of Delhi (1703-1762) has been the most influential and authoritative scholar of India who has been well recognized as the pioneer of Islamic reforms and renewal in the country who inspired almost all the schools of Islamic thought in modern India. His famous book, Hujjat Allah al-Baligha, is regarded, in Islamic literature, as the fundamental work that influenced the development of Islamic thought in the country. Islam was revealed as the religion of unity and integrity but it is not trapped by the mischievous elements who represent the communal and violent version of the religion. Shah Wali Allah of Delhi has discussed the issue of Taqlid (blind following of the religion) and varying interpretations of the Islamic text and that how the differences of opinion in the various schools of thought may be resolved through applying an intellectual approach. This paper will highlight Shah Wali Allah of Delhi's approach in this regard.

Keywords: Shah Waliullah, *Taqlīd*, Sadruddin Islahi, *Ijtehād*.

تعارف:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے نامور محقق عالمِ دین، مفسرِ قرآن اور علومِ اسلامی کے رموز واسرار کے ماہر تھے، جن کی خداداد ذہانت اور جدو جہد نے امتِ مسلمہ پر اسرارِ شریعت کے ایسے دریچے کھولے جہاں عام انسانی اذہان وافکار کی رسائی ناممکن تھی۔انہوں نے ستر (۷۰) سے زیادہ کتابیں مختلف موضوعات پر تحریر کیں اور قرآن، حدیث اور اسرارِ شریعت کو بہتر انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ان کتابوں میں "حجۃ اللہ البالغہ" کو امتیازی مقام حاصل ہے، جس کا موضوع حکمتِ دین ہے اور اصلاً عربی زبان میں یہ کتاب تحریر کی گئی اور مختلف جامعات میں یہ داخلِ نصاب ہے۔اس کتاب کے مطالب ومفاہیم کو سمجھنا اور مؤلف کے مقصد تحریر تک پہنچنا اس کی تسہیل کے بغیر ممکن نہیں تھا چنانچہ مشہور عالم دین مولانا صدرالدین اصلاحی نے اس

طرف توجہ کی اور اس کے منتخب ابواب کی تسہیل پر مشتمل مضامین مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی علیہ الرحمہ کے ایماء پر رسالہ "ترجمان القرآن" کے لئے تحریر فرمائے۔ا

ان ابواب میں حضرت شاہ صاحبؒ نے تقلید، اجماع، استخراج عمرانیات، اسلامی قانون معیشت اور دین میں تحریف وبدعت کے اسباب اوران سے متعلق مسائل سے تفصیلی بحث کی ہے۔ مولانا صدر الدین اصلاحی کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ان ابواب کی تسہیل کرکے شاہ صاحبؒ کے منشاء کو سمجھانے کے لئے کامیاب کوشش کی ہے۔ اب یہ ابواب کتابی شکل میں شائع ہوچکے ہیں۔

اس مقالہ میں تقلید کی تعریف، مفہوم، اس کی ضرورت اور شاہ صاحبؒ کے نظریات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تقلید کی لغوی تعریف:

لغت میں تقلید کے معنی پیروی، اطاعت اقتدار اطاعت کے ہیں۔۲

تقلید کے اصطلاحی معنی:

دلیل کا مطالبہ کئے بغیر کسی امام مجتہد کی بات مان لینے اور اس پر عمل کرنے کے ہیں۔

قاضی محمد علی کہتے ہیں:

"تقلید کے معنی یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے کے قول وفعل میں دلیل طلب کئے بغیر اس کو حق سمجھتے ہوئے اتباع کرے۔۳

تقلید کی قسمیں:

تقلید کی دو قسمیں ہیں: (۱) تقلیدِ مطلق (۲) تقلیدِ شخصی

تقلیدِ مطلق:

اس سے مراد یہ ہے کہ مسائل واحکام کی تحقیق میں انسان کسی ایک فقیہ کا پابند ہو کر نہ رہ جائے، بلکہ مختلف مسائل میں مختلف اصحابِ علم سے فائدہ اٹھائے، یہ تقلید ہر زمانہ میں ہوتی رہی ہے، خود قرآن اس طرح کی تقلید کا حکم دیتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ أَطِيْعُواْ اللهَ وَأَطِيْعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِيْ الأَمْرِ مِنكُمْ[1]

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اور تم میں جو صاحبِ امر ہیں ان کی اطاعت کرو۔

أُوْلِيْ الأَمْر سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ لیکن عام مفسرین کے نزدیک اس سے مراد فقہاء اور علماء ہیں۔ حاکم نے حضرت عبداللہ ابن جابرؓ کا قول نقل کیا ہے: 'أُوْلِيْ الأَمْر' قال الفقه والخير۔ یعنی اس سے مراد اصحابِ فقہ اور خیر ہیں۔۴

[1] النساء: ۹۵

اس آیت کے علاوہ بعض دوسری آیات، احادیث اور صحابہؓ کے طرزِ عمل سے تقلیدِ مطلق کی تائید ہوتی ہے۔

تقلیدِ شخصی:

یعنی کسی ناواقف شخص کا کسی متعین شخص کے علم وکمال پر بھروسہ کرکے اس کے بتائے ہوئے طریقۂ کار پر عمل کرنے کو "تقلیدِ شخصی" کہتے ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے معاذ بن جبلؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا فرمایا کہ تم کس طرح فیصلہ کروگے اگر تمہارے پاس کوئی مقدمہ پیش ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اللہ کی کتاب میں وہ مسئلہ نہ پاؤ تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر سنتِ رسولؐ میں بھی نہ پاؤ تو انہوں نے کہا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے کو تھپتھپایا اور فرمایا کہ اللہ ہی کے لئے ہی تمام تعریفیں ہیں جس نے اللہ کے رسولؐ کے رسول (معاذ) کو اس چیز کی توفیق دی جس سے رسول اللہ ﷺ راضی ہیں۔5

اس حدیث سے واضح طور پر یہ اشارہ ہے کہ اہلِ یمن کو حضرت معاذؓ کی تقلیدِ شخصی کا حکم دیا جارہا ہے۔

تقلید کے بہت سارے مسائل ہیں مثلاً کن مسائل میں تقلید کی جاسکتی ہے؟ کن کن کی تقلید کی جائے گی اور کون تقلید کرے گا؟ نبی کریم ﷺ کی حیات میں اور اس کے بعد تقلیدِ شخصی کا ثبوت، تقلید پر اجماعِ صحابہؓ نیز ائمۂ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید پر اجماع۔ یہ وہ مسائل ہیں جو تفصیل اور بحث طلب ہیں اور اس مقالہ کے عنوان سے متعلق بھی نہیں۔ اس لئے ان تمام بحثوں سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے صرف عصر حاضر میں تقلید کی ضرورت پر روشنی ڈال کر شاہ صاحبؒ کے نظریات کا تجزیہ پیش کیا جائے گا۔

تقلید کی ضرورت:

عام آدمی ان احادیث کے بارے میں جن کے بارے میں اختلاف ہے یہ فرق نہیں کرسکتا کہ کون سی حدیث راجح ہے اور کون سی مرجوح یا کیا درجہ ہے؟ اس لئے ہر کسی کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ صحاح ستہ کو سامنے رکھ کر کسی مستند عالم سے پڑھے بغیر مسائل کی تخریج شروع کردے۔ اس طرح نہ صرف اس کے نفسانی خواہشات میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے بلکہ گمراہ ہونے کا بھی قوی امکان ہے۔ اس لئے سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ جو لوگ قرآن وحدیث کے علوم کے ماہر ہوں، ان سے شریعتِ اسلامیہ کو سمجھنے اور منشاءِ خدا اور سول ﷺ تک پہنچنے میں رہنمائی حاصل کی جائے اور ان کی تشریحات پر اعتبار کیا جائے، اسلاف میں سے حضرات ائمہ اربعہ کی علمی بصیرت اور فقہی شان پر اہل علم کا اتفاق ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں جو احادیث کے معانی اور شریعت کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہیں لہٰذا اپنی ناقص فہم اور سمجھ کے مقابلہ میں ان ائمہ کی رائے فہم اور تشریحات پر اعتبار کرنا بہت سی گمراہیوں سے ہمیں محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اس لئے مناسب اور بہتر یہ ہے کہ ان ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے۔6

حضرت شاہ صاحبؒ اور تقلید:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تقلید کے سلسلے میں جو خیالات تحریر فرمائے۔ ان کی تسہیل مولانا صدر الدین اصلاحی نے ان الفاظ میں پیش کی ہے:

''چوتھی صدی ہجری سے قبل کسی خاص امام کی تقلید کا خیال رائے عام کو متاثر نہ کر سکا تھا۔ پھر تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں تخریج واستنباط مسائل کا کسی قدرے رواج شروع ہوا لیکن جیسا کہ تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی عام لوگوں میں تقلیدِ شخصی کا شیوع نہ تھا اور نہ کسی ایک امام کے اقوال کی روایت وتدوین ان کا شیوہ تھا، بلکہ خواہ عام ہوں یا خواص وعلماء سب کے سب ان خیالات سے دور تھے''۔ ے

مذکورہ بالا عبارت میں شاہ صاحبؒ نے تقلید کی تاریخ اور اس کے آغاز وارتقاء پر روشنی ڈالی ہے کہ پہلی تین صدیوں میں کسی خاص امام کی تقلید کا ماحول نہیں تھا بلکہ بعد کی صدیوں میں دھیرے دھیرے تقلید کا سلسلہ شروع ہوا لیکن تب بھی تقلیدِ شخصی عام نہ تھی اور نہ کسی خاص امام کے اقوال کی پیروی کا رواج تھا۔ عام لوگ اجماعی اور اصولی مسائل میں جو متفق علیہ تھے ان میں براہِ راست اللہ کے رسول ﷺ کی تقلید کرتے تھے۔ خواص اور علماء احادیث میں غور وفکر کرتے یا علماءِ سلف کا کوئی عمل پاتے تو اس کی پیروی کرتے ورنہ جمہور صحابہ وتابعین کے اقوال کو دلیل بناتے اور تعارض کی صورت میں فقہائے متقدمین کی اس رائے کو ترجیح دیتے جو قرآن وسنت کے قریب ہو۔ اور جس کے دلائل زیادہ مضبوط ہوں اس سے قطعِ نظر کہ وہ فقہاء کسی گروہ یا مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے تقلید کے سلسلہ میں ان لوگوں کا طریقۂ کار تحریر فرمایا جو طبقہ محدثین سے تعلق رکھتے ہیں۔

اصحابِ تخریج کے بارے میں شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

''اصحابِ تخریج کا قاعدہ یہ تھا کہ وہ جن مسائل کا حل نصوص شرعیہ میں صاف اور صریح نہ پاتے، انہیں تخریج واستنباط کی روشنی میں حل کرتے، اور اپنے اصول کے مطابق اجتہاد کرتے تھے۔ اور اجتہاد کے باوجود یہ لوگ اپنے ہم خیال ائمہ کبار کے مذہب سے منسوب کئے جاتے تھے۔ مثلاً کہا جاتا کہ فلاں شخص حنفی ہے اور فلاں شافعی ہے۔ یہی طریقہ محدثین کے بارے میں بھی برتا گیا۔ مذاہب مروجہ میں سے جس مذہب سے ان کا مسلک نسبتاً زیادہ قریب اور ہم آہنگ ہوتا آزادیٔ رائے اور عدمِ تقلید کے باوجود اسی مذہب کی طرف انہیں منسوب کر دیا جاتا، مثلاً نسائی اور بیہقی جو بجائے خود امام اور محدث تھے، شافعی کہے جانے لگے۔ غرض اس زمانہ میں قضاء اور افتاء کی مسند پر وہی بیٹھتا تھا جو شانِ اجتہاد رکھتا ہو جو مجتہد نہ ہوتا وہ فقیہ بھی نہ کہلاتا''۔ ۸

شاہ صاحبؒ کی تحریر کا حاصل یہ ہے کہ ایک کامل فقیہ کے لئے مجتہد ہونا بھی ضروری تھا یعنی وہ فقیہ اس قدر ماہر ہو کہ وہ نصوص شرعیہ کی روشنی میں مسائل کا استنباط کر سکتا ہو اور پھر ظاہر ہے لوگ اس کی مختلف امور میں تقلید کرتے تھے۔

اس کے بعد شاہ صاحب نے مسلمانوں کی علمی وفکری انحطاط کا تجزیہ کرنے کے بعد تقلید کے سلسلے میں جو کوتاہیاں عوامی سطح پر ہوئیں اور جو شدت اختیار کی گئی اس کا تذکرہ اس طرح کیا:

۱۔ پہلی بیماری جس نے ملتِ مرحومہ کے پیکر کو کھوکھلا بنانے میں سب سے نمایاں حصہ لیا وہ فقہ اور اس کی تفصیلات سے متعلق اہل علم کی باہمی نزاع اور ہنگامہ آرائی تھی۔

۲۔ دوسری خاص بات اس زمانہ میں یہ پیدا ہوئی کہ تقلیدِ جامد پر لوگوں نے قناعت کرکے تحقیق واجتہاد کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیا۔ تقلید پرستی غیر شعوری طور پر ان کے ایک ایک رگ وریشے میں سرایت کر گئی۔

۳- اس دور میں ایک اور چیز پیدا ہو گئی جس نے لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی اور وہ علوم شریعت کے اصل سرچشمہ سے اک گونہ بے پرواہوتے گئے۔ بعض نے فن جرح و تعدیل کی بنیاد ڈالی، پھر جدید و قدیم تاریخ کی تدوین میں منہمک ہوگئے۔ کچھ لوگ غریب و نادار احادیث واخبار کی چھان بین میں مصروف ہوگئے۔ ایک گروہ نے اصولِ فقہ کے دامن کو پھیلانا شروع کیا اور ہر صاحبِ نظر نے اپنے امام واصحاب کے مسلک کی تائید میں بے شمار جدلی قواعد و ضوابط مدون کر ڈالے۔۹

زمانہ گذرتا رہا اور اسی اندھی، متعصبانہ تقلید پرستی پر نسلیں ختم ہوتی گئیں۔ جس کی رو سے حق و باطل کی تمیز کرنا اور جدلِ محض اور استنباطِ صحیح کے حدود الگ کرنا بدترین گناہ ہے۔ اب فقیہ نام ہونے لگا اس شخص کا جس کی زبان بحث وجدال کے میدان میں تیز تر ہو۔۱۰

تقلید کے سلسلے میں جو بے ضابطگیاں ہوئیں اور جس طرح لوگوں نے افراط سے کام لیا۔ اس سے شاہ صاحبؒ کو بڑا کرب پہنچا چنانچہ انہوں نے مندرجہ بالا سطور میں ان بے ضابطگیوں کا تجزیہ کیا اور اس کے اسباب بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ ملتِ اسلامیہ کی بنیادوں کو متزلزل کرنے میں اہلِ علم کے فقہی اختلاف نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ لوگوں نے تقلیدِ جامد کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال کر اجتہاد کا دروازہ بند کر لیا اور اس طرح علومِ اسلامی جس کے دامن میں وسعت ہے اور ہر زمانہ میں لوگوں کی شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت ہے، ایک طرح سے ان علومِ اسلامی کی روایات سے انحراف کر لیا اور محض تقلید کے بندے ہو کر رہ گئے۔ تیسری خرابی کا تذکرہ کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ لوگوں نے اصل دین اور سرچشمۂ دین سے ہٹ کر اپنے آپ کو جزوی اور فروعی اختلافات میں اس قدر الجھالیا کہ اصل مسائل نظروں سے اوجھل ہوگئے۔

ان سب اختلافات کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ متعصبانہ تقلید میں مبتلا ہو کر خود کو حق پر اور دوسروں کو باطل پر تصور کرنے لگے۔ اور ان سب کے لئے بحث وجدال کی مجلسیں منعقد ہونے لگیں۔ جس نے اسلام کی روشن تصویر کو مسخ کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رہنے دی۔ وقت کا کارواں جیسے جیسے آگے بڑھتا گیا ویسے متعصبانہ تقلید کا طوفان بڑھتا گیا اور دلوں سے علم و بصیرت کا چراغ بجھنے لگا حتی کہ آج کے علماء کرام نے غور و فکر اور اجتہاد کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیا اور إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا عَلَى أُمَّةٍ(الزخرف: ۲۲) کی تفسیر بن گئے۔ ترجمہ:]ہم نے اپنے آباء کو ایک روش پر پایا ہے اور ہم انہیں کے نقوشِ قدم کی پیروی کریں گے۔[۱۱

اختلاف ونزاع سے پریشان ہو کر شاہ صاحبؒ نے اپنی تکلیف کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

> "اسلام وحدت کا پیام لے کر آیا تھا مگر اس وقت جہل و تعصب کے ہاتھوں میں پڑ کر وہ اختلاف و نزاع کی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ مذہب کے چند جزئی مسائل نے باہمی ہنگامہ آرائیوں کا جو طوفانِ عظیم برپا کر رکھا ہے۔ ان کی حقیقت پر جب میں نے پوری طرح غور کیا تو یہ پایا کہ ہر گروہ حق و اعتدال سے کچھ نہ کچھ ہٹا ہوا ہے، اور بے جا تعصب اور غلو سے کام لے رہا ہے ہر ایک اتباعِ حق کا مدعی ہے مگر سچائی کی اخلاص طلب شاہراہ پر چلنے کے بجائے جذبات کے لہروں میں بہہ رہا ہے"۔۱۲

یعنی جو اختلاف اور نزاع ہے وہ کسی خلوص کا نتیجہ نہیں بلکہ وہ خواہشاتِ نفس کی پیروی اور اتباع ہے جو شریعت کی نگاہ میں مذموم عمل ہے۔ائمہ اربعہ کی تقلید کے سلسلے میں حضرت شاہ صاحبؒ کا نظریہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید کا جواز ساری امت کا اجماعی مسئلہ ہے۔اور اسی میں امت کے مصالح کا راز پوشیدہ ہے کیونکہ اس فتنہ سے بھرپور زمانہ میں دلوں میں تلاشِ حق کا کوئی جوش نہیں۔۱۳؎

اس کے بعد شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے ابن حزم کے اس قول کی وجہ سے کہ "آیاتِ قرآنی اور اجماعِ سلف کی رو سے تقلید حرام ہے اور خود ائمہ مجتہدین نے اپنی تقلید سے منع فرمایا ہے"۔ پیدا ہونے والی غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے لکھا ہے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے اور ہر عام و جاہل پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ حالانکہ ابن حزم کی مراد قطعی یہ نہیں ہے بلکہ ابن حزم کے قول کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جن کے اندر اجتہاد کی اہلیت ہو۔ یا وہ یہ جانتا ہو کہ نبی کریم ﷺ نے فلاں بات کا حکم دیا یا فلاں چیز سے منع فرمایا اور اس کے خلاف دلیل بھی نہ ہو اور نہ یہ حدیث منسوخ ہو تو ایسے شخص کا کسی اور کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔۱۴؎

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے قول سے بھی استدلال کیا، وہ فرماتے ہیں کہ:

> "حیرت ہوتی ہے ان تقلید پرست فقہاء پر جو اپنے امام کی اجتہادی غلطی سے واقف ہونے کے بعد اس کے قول پر سختی سے جمے رہتے ہیں اور اسے ترک کرکے کسی ایسے قول کو اختیار نہیں کرتے جو اپنی صحت و کتاب و سنت اور قیاسِ صحیح کے بے شمار شواہد رکھتا ہو بلکہ بعض اوقات تو یہ نادان اس اندھی تقلید کے اندھے جوش میں عملاً کتاب و سنت کی بھی مخالفت پر تُل جاتے ہیں"۔۱۵؎

ابن حزم اور شیخ عزالدین کے اقوال کا حاصل یہ ہے کہ واضح امور جہاں کسی طرح کا کوئی ابہام اور پوشیدگی نہ ہو اور شریعت کا منشاء بالکل صاف ہو وہاں اندھی تقلید کی قطعی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جب انسان کسی کی تقلید میں غلو اور زیادتی کرتا ہے تو اس کے سامنے حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور بسا اوقات وہ نصوصِ شرعیہ کے مقابلے میں متعصبانہ اور اندھی تقلید کو ترجیح دے بیٹھتا ہے۔

شاہ صاحبؒ ابو شامہ کا قول بھی تحریر فرماتے ہیں کہ:

> "جو شخص فقہ سے دلچسپی رکھتا ہو اسے چاہئے کہ کسی ایک ہی امام کے مذہب پر اکتفا نہ کرے بلکہ ہر مجتہد کے اقوال پر نظر ڈالے اور غور و خوض کے ذریعہ اس بات کا پتہ لگائے کہ کون سا قول قرآن و سنت کے قریب ہے اس طرح نہ صرف وہ شریعت کے مقصد تک رسائی حاصل کرے گا بلکہ بے جا تعصب اور اندھی تقلید کے جراثیم سے بھی خود کو محفوظ رکھ سکے گا"۔۱۶؎

ان تمام اہلِ علم کے اقوال کی روشنی میں شاہ صاحبؒ کا نقطۂ نظر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ تقلید میں کسی امام کی پیروی کو اپنے لئے اس طرح لازم نہ کرلے کہ قرآن و سنت کے خلاف بھی کوئی قول ہو تو اس امام کی اندھی تقلید کرے۔ شاہ صاحبؒ آگے مزید فرماتے ہیں:

> "پس کسی کی تقلید اس اعتقاد کے ساتھ کرنا کہ اس کی زبان عین شریعت کی زبان ہے یقیناً غیر اللہ کی پرستش ہے"۔۱۷؎

شاہ صاحبؒ نے تقلید کے سلسلے میں ایک نہایت جامع بات کہی جس کا مولانا نے یہ ترجمہ کیا کہ ایک شخص اقوالِ رسول ﷺ پر وسیع نظر نہیں رکھتا اور نہ اس کے اندر نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں مسائل کے استنباط کی صلاحیت ہے۔ اب اگر وہ کسی بھروسہ مند عالم دین کی

اتباع کرتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ اگر اسے کوئی عمل یا قول قرآن وسنت کے خلاف نظر آئے گا تو وہ قطعی اس قول کو اختیار نہیں کرے گا ایسے شخص کی تقلید کو اندھی اور متعصب تقلید قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ یہ سلسلہ عہدِ نبوی ﷺ سے آج تک چلا آرہا ہے۔ خواہ کوئی ایک فقیہ سے ہمیشہ مسائل معلوم کرے یا مختلف فقہاء سے البتہ رسولؐ اور فقیہ کا فرق ضرور ملحوظ رکھے۔[۱۸]

شاہ صاحب علیہ الرحمہ آگے فرماتے ہیں:

> "پس ہماری تقلید پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے جبکہ ہم کسی امام کے متعلق یہ ایمان نہیں رکھتے کہ وہ معصوم ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر علمِ فقہ کی وحی نازل فرمائی ہے اور اس کی اطاعت ہم پر فرض کردی ہے ہم تو اگر کسی امام کا اتباع کرتے ہیں تو یہ جان کر کرتے ہیں کہ وہ کتاب وسنت کا عالم اور روح شریعت کا مزاج شناس ہے۔ ہمیں کوئی ایسی روایت مل جائے جو قولِ امام کی مخالفت کرتی ہو اور پھر ہم نصِ قطعی کو چھوڑ کر ظنِ انسانی کی تقلید پر جمے رہیں تو ہم سے بڑھ کر شقی اور نامراد کون ہوگا؟ اور کل خدائے قہار کے سامنے ہم کیا جواب دیں گے؟"۔[۱۹]

یعنی شاہ صاحبؒ بلاشبہ تقلید کے قائل ہیں بایں معنی کہ اللہ نے اپنے کسی بندے کو فقہ کا علم عطا کیا اور وہ شریعت کے رموز ومزاج سے واقف ہے۔ لیکن قرآن وسنت کے خلاف جاکر تقلید ہرگز نہیں کی جاسکتی۔[۲۰]

عصرِ حاضر میں شاہ صاحبؒ کے نقطہ نظر کی معنویت:

بلاشبہ ہم سائنس اور ٹکنالوجی کے دور میں رہتے ہیں جہاں ہمارے سامنے بے شمار مسائل پیدا ہوتے ہیں جن میں ہمیں شریعت کی راہنمائی کی ضرورت پیش آتی ہے ایسی صورت میں ہمارا کیا طریقۂ کار ہونا چاہئے؟ بڑی حد تک ان تمام سوالوں کے جواب ماقبل کی عبارتوں میں شاہ صاحبؒ کے نظریات میں مل گئے کہ ہماری اولین ترجیح قرآن وحدیث ہوں بشرطیکہ اس سے مسائل کے ادراک اور استنباط کی صلاحیت ہو ورنہ شریعت کے ماہر عالمِ دین کی پیروی کرنا ہمارے لئے لازم اور ضروری ہے۔

یہاں ایک بات کی وضاحت اور بھی ضروری ہے کہ اگر ہم کسی امام کی تقلید اور پیروی کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم اپنی تقلید اور اتباع کو کسی اختلاف اور نزاع کا سبب بنائیں اور اسلام نے وحدت کا جو آفاقی پیغام دیا ہے اس کو فراموش کردیں اور فروغِ دین کی وجہ سے اصل دین سے منحرف ہو جائیں۔[۲۱]

خلاصہ بحث:

تقلید کے سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ بالکل واضح ہے کہ تقلید بلاشبہ جائز اور متفق علیہ ہے اور اس میں امت کے اس طبقہ کے لئے عافیت ہے جو براہِ راست شریعت سے مسائل کے احکام جاننے اور سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، لیکن ہر حال میں ہر طرح کے تشدد اور غلو سے پرہیز اور اجتناب کرنا ضروری ہے تاکہ اختلاف اور نزاع کی صورت پیدا نہ ہو پائے اور ملتِ اسلامیہ کا شیرازہ بکھرنے نہ پائے۔ شاہ صاحبؒ کا یہ بھی نظریہ ہے کہ اجتہاد کا دروازہ اپنے اوپر امت بند نہ کرے کیونکہ اجتہاد خدا کی عظیم نعمت ہے جس سے فائدہ اٹھانا خدا کا شکر بجالانا ہے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے نظریات کی عصر حاضر میں بڑی اہمیت ہے جس سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ تمام طرح کے مسائل کا خاتمہ ہو اور اسلام کو عملی طور پر اپنی زندگی میں نافذ کرنا ممکن ہو۔

حوالہ وحواشی

۱۔ صدر الدین اصلاحی، افادات حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ، لاہور ۴۴۹۱ء، ص۷۔۸

۲۔ مختار الصحاح، ص ۸۵۷

۳۔ قاضی محمد علی، کشف اصطلاحات الفنون، ص ۸۷۱۱

۴۔ مستدرک، ص۳۲۱/۱

۵۔ جامع ترمذی، کتاب الاحکام عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی، حدیث نمبر ۹۴۲۱

۶۔ مولانا محمد یوسف کاندھلوی، آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد اول، ص ۲۷ تا ۲۳

۷۔ ایضاً، ص ۱۱۔۲۱

۸۔ ایضاً، ص ۳۱

۹۔ ایضاً، ص ۴۱۔۸۱

۰۱۔ ایضاً، ص ۴۱۔۹۱

۱۱۔ ایضاً، ص ۰۲

۱۲۔ ایضاً، ص ۳۲

۱۳۔ ایضاً، ص ۴۲

۱۴۔ ایضاً، ص ۵۲

۱۵۔ ایضاً، ص ۵۲

۱۶۔ ایضاً، ص ۶۲

۱۷۔ ایضاً، ص ۸۲

۸۔ ایضاً، ص ۸۲۔۹۲

۱۹۔ ایضاً، ص ۹۲۔۰۳

۲۰۔ ایضاً، ص ۹۲۔۰۳

۲۱۔ ایضاً، ص ۰۳

@ 2021 by the author, this article is an open access article distributed Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC-BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)